ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

1121

اتوار یکم شعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۱ فروری ۲۰۲۴ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

مجرم کے بال

قیمت: ۴۰ روپے

القرآن

خدا کی رحمت کے امیدوار

جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لیے وطن چھوڑ گئے اور کفار سے جنگ کرتے رہے، وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور خدا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

(سورۂ بقرہ: آیت ۲۱۸)

الحدیث

امید اور خوف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر حالت نزع طاری تھی، آپ نے اس سے پوچھا کیا امید رکھتے ہو؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف کردے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس قلب میں امید اور خوف دونوں جمع ہوں وہ ضرور نجات پائے گا۔“ (ترمذی)

دستک

چھوٹے بچے اور نظمیں

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ!

ہفت روزہ ”بچوں کا اسلام“ تو ٹین ایج یعنی نوعمروں کا رسالہ ہے، مگر نونہالوں کے رسالے سہ ماہی ”بچوں کا آشیانہ“ کی ادارت کرتے ہوئے ہمیں یہ تجربہ ہوا کہ بڑے بچوں کی بنسبت ننھے منے بچے کہانی سے زیادہ چھوٹی بحر کی ایک اچھی نظم سے خوش ہوتے ہیں۔ شاید اِس لیے کہ نظم بحر اور قافیہ ردیف کی وجہ سے اک نغمگی لیے ہوتی ہے جو بآسانی ایک لے اور طرز میں ڈھل جاتی ہے، جسے گنگناتے ہوئے پھر بچوں کو مزہ تو بہت آتا ہی ہے، بار بار مصرع دہراتے رہنے سے ان کا تلفظ بھی درست ہوتا ہے، نیز بولنے کے مسائل جھجک، ہکلانا وغیرہ بھی دور ہوتے جاتے ہیں۔

ویسے بھی بچپن اور اس کی معصومیت کا جو سچا اور بے ساختہ اظہار بچوں کی شاعری میں نظر آتا ہے، وہ بچوں کی کہانی میں نہیں۔ کیونکہ کہانی کتنی ہی دلچسپ ہو بہرحال ایک مخصوص ٹریک پر چلتی ہے جس کے ساتھ جڑنے کے لیے تصور کو کہانی کے ساتھ قدم بقدم چلنا پڑتا ہے، جو چھوٹے بچوں کے انتہائی متحرک، چلبلے اور پل میں یہاں پل میں وہاں بھاگتے معصوم خیال ذہن کو ایک طرح کی مشقت لگتی ہے۔ یعنی جیسے بچوں کو کسی ایک جگہ بٹھانا بہت مشکل ہے، اسی طرح اُن کی چلبلی سوچ کو بھی ایک مخصوص دائرے میں باندھ بٹھانا کافی مشکل کام ہے، سو یہ پھر کہانی سنانے والے کی مشاقی اور ہنرمندی ہی ہوتی ہے کہ وہ آسان الفاظ میں، ڈرامائی آہنگ کے ساتھ کچھ اِس خوبی سے کہانی سنائے کہ نونہالوں کی معصوم آنکھوں کے سامنے ایک فلم سی چل پڑے جو اُن کی پوری توجہ کھینچ لے۔

جبکہ نظم اپنی نغمگی اور خوش آوازی کی وجہ سے چھوٹے بچوں کے زیادہ قریب اور اُن کی گہری سہیلی ہوتی ہے۔ ماں کی گود میں لوری سن کر بڑے ہوتے بچے فطری طور پر نظم کو پسند کرتے ہیں پھر چاہے وہ بالکل بے تکی ہی ہو۔

غور کیجیے تو وہ بولنے کی ابتدا بھی تو بے معنی مگر ہم آواز الفاظ بول کر کرتے ہیں۔ اُن کے سادہ سلیٹ معصوم ذہن کے لیے پہیلیاں بجھواتی ایک سبق آموز کہانی نہیں بلکہ بالکل بے تکی سہی مگر خوش آواز الفاظ سے سجی ایک نظم زیادہ پرکشش ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کہ ہم بڑوں کی بنسبت ان کی اپنی ایک الگ تھلگ ننھی منی سی شوخ وشنگ اور مستی بھری دنیا ہوتی ہے جس میں ”تک“ کوئی نہیں ہوتی بس کھیل ہوتا ہے اور تفریح ہوتی ہے۔ اپنی اِس دنیا میں وہ بھاری بھرکم اخلاقی سبق بھی ’سزا اور انعام‘ کے سپاٹ تصور کے ساتھ نہیں بلکہ کھیل کھیل میں حاصل کرنا چاہتے ہیں، سو نظم انھیں ایک کھیل ہی کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ لوری کی طرح شفیق مگر اُن کے ساتھ کھیلنے والی سہیلی۔

جناب صوفی غلام تبسم کی نصف صدی سے مشہور نظم ”چیچوں چیچوں چاچا، گھڑی میں چوہا ناچا، گھڑی نے ایک بجایا چوہا نیچے آیا“ ذرا پڑھیے اور بتایئے کہ اِن چار مصرعوں میں بھلا کیا جوڑ اور کیا سبق ہے؟ محض تک بندی ہے لیکن بچے کتنی خوشی سے لہک لہک کر انھیں بار بار دہراتے ہیں، اور خود ہم بڑے بھی اِن مصرعوں کے ساتھ کیسا ناسٹلجیک تعلق رکھتے ہیں!

اساتذہ کی اِس طرح کی اور بھی بہت سی بے تکی مگر نغمگی سے بھرپور شہرۂ آفاق نظمیں ہیں جن میں بظاہر نادانی والی باتیں محسوس ہوتی ہے لیکن بچوں کی معصوم تخیلاتی دنیا میں یہ عین دانائی کی باتیں ہیں، پھر چاہے ہاتھی ڈھول بجاتا اور چوہا ناچتا ہو، چندا ماموں آسمان سے اتر کر منے میاں کے ساتھ رسی کودتے ہوں یا بی چڑیا ایپرن پہن کھانا پکاتی ہوں۔

ہر وہ شاعر جو بڑوں کے لیے شعر کہنے کے ساتھ ساتھ ہمارے بچوں کی رنگین دنیا میں بھی اپنے چھوٹے چھوٹے چہکتے مہکتے خوش رنگ اشعار سے خوشیوں کے مزید رنگ بھرے، قابل داد ہے۔ جناب احمد حاطب صدیقی، بھائی اثر جونپوری، بھائی ضیاء اللہ محسن کے بعد اب اِس صف میں جواں سال محمد معاذ معاویہ بھی اپنی کتاب ”میرال کی گڑیا“ کے ساتھ آ کھڑے ہوئے ہیں اور ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ اپنی لاڈلی بٹیا میرال کے توسط سے سبھی ننھے منے بچوں کی دنیا میں اپنی تازہ دم نظموں کے ساتھ چہچہا رہے ہیں۔

ہماری رائے میں چھوٹے بچوں کی نظموں میں جو تین چیزیں لازمی ہونی چاہییں، چھوٹی بحر، چند الفاظ کے مصرعے اور قافیہ، معاذ کی نظموں میں یہ تینوں خوبیاں بخوبی نظر آتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کی پہلی ہی کتاب والدین میں بہت پسند کی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے ہاتھ میں ان کی کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ دلکش نظموں کے علاوہ اس کتاب کی ایک اور بڑی اہم خصوصیت ہر نظم کے ساتھ ایک پیارا سا اسکیچ ہے، جس میں رنگ بھرنے کی سرگرمی بھی چھوٹے بچوں کی بہت دلچسپی کا باعث ہوگا۔

معاذ، ان کی میرال اور ”میرال کی گڑیا“ تینوں کے لیے ڈھیروں نیک تمنائیں۔

کتاب اس نمبر (03351620824) سے منگوائی جاسکتی ہے۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

مُختصر پُر اثر

محمدی قبرستان

ماوراء النہر (وسط ایشیا) وہ خطہ ہے جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بخارا ہے۔

جہاں امام ترمذی کا شہر ترمذ واقع ہے۔

جہاں فقیہ ابو اللیث سمرقندی کا شہر ''سمرقند'' ہے۔

جہاں تفسیر بیضاوی کے مصنف کا شہر ''بیضاء'' ہے۔

جہاں ہدایہ کے مصنف کا ''مرغینان'' ہے۔

اس خطے میں ایک ایسا عجیب پر نور اور مبارک قبرستان ہے جس کا نام ''تربت المحمدین''، یعنی محمدی قبرستان ہے۔

اس قبرستان میں اپنے وقت کے چار سو نامور محدثین ومفسرین آسودہ خاک ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان چار سو محدثین ومفسرین صاحب تصنیف واہل علم میں سے ہر ایک کا نام ''محمد'' تھا۔

دراصل یہ قبرستان بنا ہی ''محمد'' نام والوں کے لیے ہے۔ یہاں صرف انھی حضرات کو دفن کیا جاتا ہے جن کا نام ''محمد'' ہو، چنانچہ 593ھ میں صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو انھیں اس قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی، کیونکہ ان کے نام میں ''محمد'' کا لفظ نہ تھا۔

محمد امجد غلام اکبر۔ کراچی

سب سے بڑا عیب

شہزادہ فتح خان بن سلطان فیروز شاہ بہت نیک انسان تھا، وعدہ پورا کرنے کے سلسلے میں بہت پکا تھا۔ 760ھ میں ایک دفعہ وہ کہیں جارہا تھا کہ ایک بوڑھی عورت نے فریاد کی کہ اس کا شوہر اور بیٹا گاؤں سے کچھ مال واسباب خرید کر لا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے ان کا مال لوٹ لیا۔ دونوں اسی تباہ شدہ حالت میں شاہی لشکر تک پہنچے، لیکن شاہی سپاہیوں نے انھیں جاسوس سمجھ کر گرفتار کرکے نظر بند کر دیا۔ شہزادے نے بوڑھی عورت سے کہا:

''اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ایسے دو گواہ لائیے جو قابل اعتماد ہوں۔''

بڑھیا نے کہا: ''گواہ تو بہت ہیں، لیکن انھیں آپ تک لانے کے لیے کافی وقت لگ جائے گا۔''

شہزادے نے ہنس کر کہا: ''آپ فکر نہ کریں۔ گواہ لے آئیں، میں یہیں کھڑا ہوں۔''

چنانچہ بڑھیا اطمینان سے چلی گئی۔ سلطنت ہند کا وارث کڑی دھوپ میں تپتے ہوئے میدان میں کھڑا رہا، ماتحتوں نے بار بار کہا کہ کسی درخت کے سایہ میں آرام کریں مگر شہزادے نے جواب دیا:

''خاتون اسی جگہ پر آئیں گی اور وعدہ اسی جگہ کا ہے، لہٰذا اس جگہ سے ادھر ادھر ہونا وعدہ خلافی ہوگی اور وعدہ پورا نہ کرنا بادشاہوں کے لیے سب سے بڑا عیب ہے۔''

حفیظ الرحمن مجید

دینی و روحانی ضرورت

عیسائی مذہب سے اسلام قبول کرنے والے خوش نصیب یوسف مظفر الدین اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ میرے والدین عیسائی مذہب سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے میں پیدائشی مذہبی تھا لیکن ساتھ ساتھ سیاسی ذوق بھی رکھتا تھا۔ مسیحی مذہب مجھے سیاست میں حصہ لینے سے روکتا تھا کہ وہ محض عبادت اور خدا سے تعلق کا نام ہے۔ میں نے دوسرے مذاہب اور کمیونزم کا مطالعہ کیا۔ کمیونزم کے سلسلے میں مجھے وہی پہلی والی مشکل پیش آئی کہ وہ میری روحانی ضروریات پوری نہیں کرتا تھا۔

اسلام کا مطالعہ کیا تو راستے روشن ہونے لگے، الجھی ہوئی ایک ایک گرہ سلجھنے لگی۔ سارے اندیشے اور وسوسے ختم ہوگئے۔ دین اسلام میری سیاسی اور انقلابی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہیں ڈالتا تھا بلکہ انھیں اور تقویت دیتا تھا۔ یہ 1971ء کی بات ہے۔ میری عمر صرف سترہ برس تھی جب میں نے اسلام قبول کرلیا۔ 1962ء سے 1965ء تک کا عرصہ میں نے خاص طور پر اسلامی تعلیمات اور اصولوں کو سمجھنے میں گزارا۔

امریکا میرے لیے کانٹوں کا بستر بن گیا۔ بالآخر میں نے بوریا بستر باندھا اور 1967ء میں سعودی عرب آ گیا۔ مدینۃ النبیؐ کی دینی یونیورسٹی سے دینی علم حاصل کیا اور واپس امریکا چلا گیا۔ جہاں میں اہل اسلام کو منظم کرنے میں مصروف ہوں۔

محمد احمد۔ کراچی

مجاہدوں کے قافلے

خالد اقبال تائب

مجاہدوں کے قافلے رواں دواں رواں دواں
کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی، وہاں کبھی یہاں
کفن بدوش سر بکف، بڑھے کچھ ایسی شان سے
مخالفین چیخ اُٹھے: اماں اماں اماں اماں
ابھی تو ایک ملک میں جہاد کی فضا بنی
ابھی تو دیکھیے ہوا یہ جاتی ہے کہاں کہاں
سیاہیوں کا دور تھا جو روشنی میں گم ہوا
خدا کرے اسی طرح جلے یہ شمعِ کارواں

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

ستر حاجات پوری

بنت مولانا عبدالمجید

''السلام علیکم سر!''

وہ صبح اسکول کے دروازے پر پہنچے تو یکے بعد دیگرے بچوں کے سلام کرنے کی آوازیں آئیں جو اندر داخل ہو رہے تھے۔

''وعلیکم السلام میرے بچو!'' اُنھوں نے محبت بھرے انداز میں سلام کا جواب دیا۔

بچے اُن کے احترام میں پیچھے ہٹنے لگے۔

''پہلے آپ لوگ چلیں۔'' سر نے اُنھیں ہاتھ سے اشارہ کیا اور خود کنارے پر ہو کر انھیں دیکھنے لگے۔ وہ اکثر اس طرح کھڑے ہو کر انھیں دیکھا کرتے تھے۔ سب بچے صاف ستھری وردی میں قطار بنا کر اندر جا رہے تھے، رنگ برنگے چھوٹے بڑے بستے کسی کے کندھے سے جھول رہے تھے تو کوئی ہاتھ میں اٹھائے ہوئے تھا۔

سر انھیں دیکھتے جا رہے تھے۔ اچانک اُن کی نظر عمار پر پڑی جو ایک موٹے رنگین تھیلے میں کتابیں، کاپیاں ڈالے اُنھیں سینے سے لگائے اندر داخل ہو رہا تھا۔

''عمار بیٹا! بات سنو!'' سر نے بے اختیار اُسے پکارا۔

''جی سر!'' وہ چونک کر پیچھے مڑا۔

''اسکول بستہ نہیں ہے آپ کے پاس بیٹا؟'' اُنھوں نے فوراً اُس سے پوچھا۔

''وہ......سر!'' عمار سے ایک دَم کوئی بات نہ بن پائی۔

''ہاں بتاؤ بیٹا!'' سر نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا۔

''سر! ایک بستہ تھا میرا جو بہت پُرانا ہو کر پھٹ گیا تھا، امی کے پاس اس مہینے روپے کم ہیں، کچھ زیادہ ہوں گے تو وہ میرا بستہ خرید لیں گی۔'' عمار نے پوری بات بتا دی۔

''اوہ......اچھا۔'' سر محسن نے تاسف سے اُسے دیکھا، اُنھیں یاد آیا کہ دو سال پہلے عمار کے ابّو کا انتقال ہو گیا تھا، یقیناً اُن کے گھر کے حالات اب ٹھیک نہیں ہوں گے۔ وہ دل ہی دل میں انتہائی شرمندہ ہوئے اور اُنھوں نے ایک فیصلہ کیا۔

☆......☆

''اچھے بچے تو وہی ہوتے ہیں جو دُوسروں کی مدد کرتے ہیں۔''

سر محسن نے کلاس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''جی سر! ہم بھی اچھے بچے بنیں گے۔''

''خوب میرے بچو! مجھے یہی اُمید تھی۔'' سر نے مسکرا کر کہا۔

''اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بندہ کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے تو اللہ رب العزت اُس بندے کی مدد کرتے ہیں اور اُس کی ستر حاجات پوری فرماتے ہیں، تو دیکھو نا، یہ کتنی بڑی بات ہے کہ ہم کسی کی ایک مدد کریں اور اللہ تعالیٰ ہماری ستر حاجات پوری کر دیں۔''

''سر! ہم کسی کی مدد کیسے کر سکتے ہیں؟'' عبداللہ نے فوراً سوال کیا۔

''کسی کی ضرورت پوری کر دینے سے ہم اُس کی مدد کر سکتے ہیں۔''

''مگر سر! ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے؟''

حامد نے اپنے ننھے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

''شاباش بیٹا! اچھا سوال کیا ہے۔ اس کے لیے آپ کو اپنے اِردگرد کا جائزہ لینا ہوگا۔'' سر نے کہا، بچوں کو ایک نظر دیکھا پھر گویا ہوئے:

''میں آپ کو اس کا ایک طریقہ سمجھاتا ہوں۔''

''جی سر!''

''آپ کے پاس دو دن کا وقت ہے۔ آپ نے کسی سے پوچھنا نہیں ہے۔ بس صرف نظر رکھنی ہے اور محسوس کرنا ہے کہ کس بچے کے پاس کیا چیز نہیں ہے اور کیوں نہیں ہے، پھر اُس بچے کا نام اور اُس کی ضرورت کی چیز ایک کاغذ پر لکھ کر میرے دفتر میں دینی ہے۔ میں اس طریقے سے صرف آپ کو یہ محسوس کروانا چاہتا ہوں کہ دوسروں کی ضرورت کے بارے میں ہمیں کیسے پتہ چل سکتا ہے۔ اس طرح میں یہ بھی جان جاؤں گا کہ واقعی آپ کو درست اندازہ ہوا ہے یا نہیں۔''

''جی سر!'' سب نے بیک زبان کہا۔ اس کے بعد سے تو گویا بچوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی، وہ سب ایک دوسرے کو چپکے چپکے دیکھنے لگے کہ کون سا بچہ کس حال میں ہے۔

دو دن بعد سر محسن نے دیکھا تو ڈھیر ساری کاغذ کی پرچیاں اُن کی میز پر دھری تھیں۔

سر محسن نے مسکرا کر پرچیاں اُٹھا کر پڑھنا شروع کیں۔

ایک پرچی پر لکھا تھا: ''شاید عمار کو بستے کی ضرورت ہے۔''

سر نے مسکراتے ہوئے دوسری پرچی اٹھائی۔ ''سر! عمار کے پاس اسکول بستہ نہیں ہے۔''

سر نے سب پرچیاں دیکھیں، اکثر بچوں نے عمار کے بستے کا لکھا تھا۔

''یعنی ان بچوں نے درست پہچانا۔'' سر نے سوچا۔

اب وہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا ہے۔

فی الحال اُنھیں ایک ٹیسٹ لینا تھا جو انھوں نے بچوں کو یاد کرنے کے لیے دیا تھا اس

لیے وہ اُٹھ کر کلاس میں چل دیے۔

☆......☆

ٹیسٹ پیپر چیک کرتے ہوئے اُنھوں نے دیکھا کہ بچوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ پوری جماعت کا ٹیسٹ بہت اچھا ہوا تھا۔ سب کے پورے نمبر بنتے تھے۔ اُنھوں نے یہ سوچ رکھا تھا کہ عمار چونکہ محنتی ہے، اُس کا ٹیسٹ یقیناً اول تین پوزیشنوں میں آئے گا تو وہ اُسے کسی طریقے سے انعام میں بستہ دیں گے۔ اس لیے وہ ایک بستہ بھی خرید چکے تھے، لیکن یہاں مسئلہ آکر اٹک گیا تھا کہ سب کے نمبر ہی اتنے اچھے آگئے تھے کہ وہ اول تین پوزیشنیں نہیں بنا سکتے تھے۔

پھر انھوں نے سوچا کہ ابھی تو قرعہ اندازی کر کے یہ بستہ دے دیا جائے، اگر عمار کا نام نہ نکلا تو اس کے لیے کوئی اور بہانہ نکال کر اسے ایک اور بستہ لا دیں گے۔

اگلے روز وہ کلاس میں پیارا سا بستہ لے کر گئے اور بولے:

''بچو! میں نے سوچا تھا کہ جس کے سب سے اچھے نمبر ہوں گے اُسے یہ بستہ انعام میں دوں گا، لیکن آپ سب کے اچھے نمبر ہیں اور انعام ایک ہے، اس لیے میری رائے ہے کہ آپ سب کاغذ پر اپنا اپنا نام لکھ کر اس میز پر رکھ دیں، میں پرچی اٹھاؤں گا، جس کا نام نکل آیا، یہ انعام اُسی کا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے سر!''

سب نے کہا اور ایک لمحے کے لیے کلاس میں دھیمی دھیمی سی سرگوشیاں ہوئیں۔ سر نے دیکھا لیکن کچھ سمجھ نہ سکے۔

سب بچے مُڑ مُڑ کر ایک دُوسرے کے کان میں کچھ کہتے جا رہے تھے۔

''جلدی جلدی نام لکھ کر اس میز پر رکھ دیں۔''

سر نے میز بجا کر انھیں متوجہ کیا۔

سب کاغذ پر جھک گئے اور نام لکھ کر پرچیاں تہ کر کے میز پر جمع کر دیں۔

سر نے ایک پرچی اُٹھائی۔ اس پر لکھا نام انھیں حیران کر گیا۔

عمار کا نام جگمگا رہا تھا۔ وہ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔

''آجاؤ بیٹا! مبارک ہو، یہ بستہ آپ کا ہوا۔''

سر نے اُسے بلایا اور بستہ تھما دیا۔

عمار کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ اُس کی خوشی دیکھ کر سب مطمئن تھے اور مسکرا رہے تھے۔ عمار اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ سب بچوں نے اپنی کتابیں کھول لیں۔

سر محسن نے ویسے ہی دُوسری پرچی اٹھائی تو اُس پر نام دیکھ کر چونک گئے۔

''عمار'' وہ چونکے۔

تیسری پرچی اُٹھائی تو اس پر بھی عمار لکھا تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے پرچیاں اُٹھاتے رہے اور یہ دیکھ کر حیران ہوتے رہے کہ سب پر عمار کا نام ہی لکھا تھا۔

اُنھوں نے چونک کر جماعت کو دیکھا، بچے اُنھیں دیکھ کر دھیرے سے مسکرائے۔

سر محسن معاملہ سمجھ گئے۔ یہ دو روز پہلے کی اس تربیت کا نتیجہ تھا جس میں اُنھوں نے بچوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کا کہا تھا اور پھر ایک دوسرے کے حال سے واقف رہنے کا کہا تھا۔

کچھ دیر پہلے کی سرگوشی بھی اُن کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ سب ایک دُوسرے کو عمار کا نام لکھنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ یہ سوچ کر اُن کی مسکراہٹ گہری اور آنکھیں نم ہو گئیں اور انھوں نے نیا سبق پڑھانا شروع کر دیا۔

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات
- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

تابعین کے واقعات
- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔ GET IT ON Google Play

بیت العلم
کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089
لاہور فون: 042-37112356
Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسولؐ اللہ! جب ہم ان شرطوں کو پورا کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟''

''جنت!'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''یہ سودا تو بڑا نفع بخش ہے، اس عہد کو نہ ہم توڑیں گے نہ کسی کو توڑنے دیں گے۔''

اب براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھام کر عرض کیا: ''اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو نبیؐ برحق بنا کر مبعوث کیا ہے، ہم آپ کا دفاع کریں گے۔ یارسولؐ اللہ! ہماری بیعت لیجیے، واللہ ہم فرزندانِ جنگ ہیں اور ہتھیار ہمارے کھلونے ہیں۔ ہماری یہی ریت باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔''

ابھی براء کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسولؐ! ہم یہودیوں کے ساتھ عہدو پیمان کی رسّیوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ اب ہم ان رسّیوں کو کاٹنے والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب ہم یہ کر چکیں پھر اللہ آپ کو دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دے تو حضور ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف پلٹ آئیں۔''

یہ سن کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا:

''نہیں! بلکہ تم لوگوں کا خون میرا خون، میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے، جس سے تمھاری جنگ اس سے میری جنگ، جس سے تم صلح کرو گے، اس سے میں صلح کروں گا۔''

شرائط بیعت سے متعلق گفت وشنید مکمل ہوئی اور لوگوں نے بیعت شروع کرنے کا ارادہ کیا تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مجلس کے شرکاء میں سب سے کم عمر تھے لیکن دو سال پہلے اسلام کی بیعت کرنے والے اور خود مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ مل کر مدینے میں اسلام پھیلانے والے تھے، نے سب سے پہلے بیعت کی۔ اس کے بعد ایک ایک آدمی اٹھا اور رسولؐ اللہ نے ان سے بیعت لی۔ مجلس میں موجود خواتین کی بیعت زبانی ہوئی۔

بیعت کے بعد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصارِ مدینہ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ وہ اپنے میں سے بارہ نقیب منتخب کر کے دیں جو اس بیعت پر عمل درآمد کے لیے مسئول ہوں۔ چنانچہ نو نقیب خزرج سے اور تین نقیب بنو اوس سے منتخب ہو گئے۔ لوگ ابھی بکھرنے ہی والے تھے کہ ایک ایسی پکار سنائی دی جو شاید ہی کبھی سنی گئی ہو: ''خیمے والو! محمد کو دیکھو! اس وقت بے دین اس کے ساتھ ہیں اور تم سے لڑنے کے لیے جمع ہیں۔''

''اے اللہ کے دشمن سن! اب میں تیرے لیے جلد ہی فارغ ہو رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ یہ اس گھاٹی کا شیطان تھا، پھر آپ نے لوگوں کو اپنے اپنے خیموں میں چلے جانے کا حکم دیا۔

سب اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور صبح تک سوتے رہے۔

تمام تر رازداری کے باوجود جن وانس میں موجود شیاطین سے قریش کو اس ملاقات کی سن گن مل گئی لیکن یقینی طور پر جب انھیں اس بیعت کا علم ہوا تو حجاج اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو چکے تھے۔

قریش کے سواروں نے تیزی کے ساتھ اہلِ یثرب کا پیچھا کیا لیکن موقع نکل چکا تھا، البتہ انھوں نے بنو خزرج کے سرداروں سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مقامِ اذخر پر جالیا۔ منذر تو حالات کو بھانپ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گئے لیکن سعد بن عبادہ ان کے قابو آ گئے۔

قریشی سرداروں نے ان کے ہاتھ انھی کے کجاوے کی رسی سے گردن کے پیچھے باندھ دیے اور انھیں مارتے پیٹتے اور بالوں سے کھینچتے مکے لے آئے۔

سعد ان لوگوں کے درمیان پھنسے ہوئے تھے کہ قریش کا ایک گروہ اِدھر آیا جن میں ایک صاف ستھرا، گورا لمبا اور حسین صورت آدمی بھی تھا جسے دیکھ کر حضرت سعد نے دل میں کہا:

''کسی بھلائی کی امید اگر ہو سکتی ہے تو اس شخص سے ہی ممکن ہے۔''

وہ شخص قریب آیا، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ اب سعد نے اپنے دل میں کہا: ''واللہ! اس کے بعد ان میں سے کسی میں بھی بھلائی کی کوئی اُمید نہیں ہے۔''

وہ ان کے ہاتھوں میں تھے اور وہ انھیں گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ یکا یک انھی میں سے ایک شخص نے سعد پر ترس کھاتے ہوئے کہا:

''تجھ پر افسوس! کیا تیرا یہاں کے کسی قریشی کے ساتھ کوئی حلیفانہ تعلق نہیں ہے؟''

''کیوں نہیں! واللہ جبیر بن مطعم بن عدی اور حارث بن حرب کے تجارتی قافلوں کو میں نے بارہا ظلم کرنے والوں سے پناہ دی ہے۔''

''تو پھر تُو ان دونوں کے نام کی دہائی دے اور ان تعلقات کو یاد کروا جو تیرے اور ان کے درمیان ہیں۔''

یہ سن کر سعدؓ بن عبادہ نے زور زور سے جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب کے نام کی دہائی دی۔

وہ شخص اسی وقت یہاں سے چلا گیا۔ اُس نے جبیر اور حارث کو مسجد حرام کے پاس دیکھ کر انھیں بتایا کہ بنو خزرج کا ایک شخص مقام ابطح میں پٹ رہا ہے اور تم دونوں کے نام کی دہائی دے رہا ہے۔

''کون ہے وہ؟'' انھوں نے پوچھا۔

''اپنا نام سعد بن عبادہ بتاتا ہے۔'' یہ سن کر انھوں نے کہا: ''وہ سچ کہتا ہے، وہ ہماری تجارت کے زمانے میں ہمیں پناہ دیا کرتا تھا، وہ تو ہمارا محسن ہے۔''

یہ کہتے ہی وہ دونوں تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہاں آئے اور انھوں نے ظالموں سے انھیں چھڑوا دیا اور وہ یثرب کو روانہ ہو گئے۔

وہ شخص جس نے حضرت سعد کی پیغام رسانی کر کے اس سے ہمدردی کی تھی، ابوالبختری تھا جبکہ وہ خوبصورت شخص جس نے سعد کو طمانچہ رسید کیا تھا، سہیل بن عمرو تھا۔

☆☆

بنو سلمہ کے بوڑھے رئیس عمرو بن جموح کا بت کئی دن سے بار بار غائب ہو رہا تھا۔ عمرو جب صبح بیدار ہوتا تو اپنے معبود مناۃ کی پوجا پاٹ کے لیے اس جگہ پر جاتا جہاں وہ اسے بڑے احترام کے ساتھ رکھتا تھا۔

جب وہ بت کو وہاں نہ پاتا تو زور زور سے چیختا: ”تمھارا خانہ خراب! آج رات کس نے ہمارے معبود کے ساتھ زیادتی کی ہے۔“

یہ کہتے ہوئے اس کی تلاش میں باہر نکل جاتا کبھی وہ اسے غلاظت کے ڈھیر پر پڑا ملتا تو کبھی کسی گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا۔

وہ اسے اٹھا کر لاتا۔ اسے خوب غسل دیتا، خوشبو لگاتا، اس کی جگہ پر اسے ایستادہ کر دیتا اور پھر بڑی حسرت سے کہتا:

”کاش مجھے پتا چل جائے کہ کس شخص نے تیرے ساتھ یہ گستاخانہ حرکت کی ہے تو میں اس کی خوب مرمت کروں۔“

بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک پچھتر افراد نے یثرب واپس آنے کے بعد اسلام کی تبلیغ جوش و خروش کے ساتھ شروع کر دی تھی جس کے نتیجے میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا تھا، البتہ بڑے بوڑھے اپنی پرانی ڈگر کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے اور بڑے بوڑھوں کا اکثر یہ مسئلہ ہوتا ہے۔ عمروؓ بن جموح کا بیٹا معاذؓ بن عمرو بھی اسلام کے ان شیدائیوں میں سے تھا جنہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی تھی۔ معاذؓ بن عمرو نے بت پرستی سے تائب ہونے کے لیے اپنے باپ کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے بڑھاپے کی ضد پر اڑا رہا، بالآخر معاذؓ بن عمرو نے اپنے ہم نام دوست معاذؓ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مل کر ایک منصوبہ بنایا۔

جب رات کا اندھیرا خوب گہرا ہو جاتا اور گھر والے سو جاتے تو وہ دونوں دبے پاؤں بت کو اٹھا لاتے اور پھر اسے لے جا کر بنو سلمہ کے کسی گڑھے یا کوڑے کے ڈھیر پر پھینک آتے۔ اب ہر روز عمرو کے خدا کے ساتھ یہی ہونے لگا۔ وہ بے چارہ صبح سویرے منہ اندھیرے اپنے خدا کو ڈھونڈھنے نکلتا۔ آخر وہ تنگ آ گیا۔ ایک روز وہ اپنی تلوار لے آیا، اسے بے نیام کر کے بت کے گلے میں لٹکا دیا اور کہنے لگا:

”اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کون کرتا ہے، اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہے تو یہ تلوار تیرے پاس ہے، اس کے ذریعے اپنا دفاع کر۔“

جب رات آئی اور ہر طرف سناٹا چھا گیا تو وہ دونوں جوان آ گئے۔ بت کے گلے میں حمائل تلوار انھوں نے اتار لی اور پھر اسے لے جا کر گندگی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر وہاں چھوڑ آئے۔

صبح جب عمرو جاگا تو پرستش کے لیے اپنے بت کی جگہ پر گیا۔ آج اسے یقین تھا کہ آج رات تو ننگی تلوار اس کے پاس تھی، آج کسی گستاخ کو اس کے قریب جانے کی ہمت نہ ہو گی اور اگر کسی نے یہ حماقت کی تو اس کی لاش خون میں لتھڑی وہاں پڑی ملے گی، لیکن وہاں دیکھا کہ وہاں صرف تلوار پڑی ہوئی ہے۔ بت ہے نہ کوئی لاش۔ اِدھر اُدھر بہت دیکھا، پھر چار و ناچار اس کی تلاش میں باہر نکلا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے غلاظت کے ایک گڑھے میں جھک کر دیکھا تو بت صاحب کو ایک مردہ کتے کے ساتھ بندھا ہوا پایا۔ یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل پر پڑے حجابات اٹھ گئے اور فی البدیہہ کچھ اشعار ان کی زبان پر آ گئے:

”واللہ اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش مردہ کتے کے ساتھ بندھی ہوئی گڑھے میں نہ ملتی۔

اس ذلت آمیز حالت میں تیری ملاقات پر صد افسوس۔

اب معلوم ہوا کہ ہم تیرے بارے میں کتنے بڑے دھوکے میں مبتلا تھے۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو بلند ہے، احسانات والا، رازق اور اہل دین کو جزا دینے والا ہے۔

اس کی وہ ذات ہے جس نے مجھے کفر سے نجات دی

اس سے پہلے کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھ دیا جاتا۔“

(جاری ہے)

پیغمبروں کا بکریاں چرانا

مولانا سید عبدالوہاب شیرازی

کہتے ہیں کہ بکریاں چرانا نبوی پیشہ ہے۔ بچپن میں تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں، آپؐ خود فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے، ہر ایک نے بکریاں چرائی ہیں۔“

صحابہؓ نے پوچھا: ”آپ نے بھی؟“

فرمایا: ”ہاں! میں بھی اہل مکہ کی بکریاں کچھ اُجرت پر چرایا کرتا تھا۔“

علماء کرام نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بکریاں چرانے کی کچھ وجوہات بیان کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرحلے سے ان کے اندر کچھ اوصاف پیدا کیے جو ایک نبی میں لازماً موجود ہونے چاہییں، مثلاً: نبی نے قوم کی قیادت کرنی ہوتی ہے، لوگ مختلف راستوں پر بھاگ رہے ہوتے ہیں، انھیں ایک سیدھے راستے پر چلانا بہت مشکل کام ہے، جو بلاشبہ بغیر تربیت کے سرانجام نہیں دیا جا سکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت سے قبل اپنے نبیوں کی یہ تربیت بکریاں چروا کر کی تاکہ ان کے اندر قیادت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

دوسری چیز جو ہر نبی میں ہونی چاہیے، وہ صبر اور اُمت کا غم ہے، چنانچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ نبوت ملنے سے قبل ایک دن حضرت موسیٰ، حضرت شعیب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بکری بھاگ گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگے، لیکن بکری بھاگتی ہی چلی گئی، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاؤں پر بھاگنے کی وجہ سے آبلے پڑ گئے، بالآخر انھوں نے اس بکری کو جا لیا۔ اب بجائے اسے مارنے کے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس بکری سے کہنے لگے:

”اگر تجھے مجھ پر رحم نہیں آیا تو اپنے آپ ہی پر رحم کھاتی۔ اگر تجھے میرے پاؤں پر رحم نہیں آیا تو کم از کم اپنے آپ پر ہی رحم کھاتی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ نبوت کے لیے موسیٰ موزوں ہیں، کیونکہ اُمت کا غم کھانے اور ان کی طرف سے ایذاء و تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے جس حوصلے اور دل جگر کی ضرورت ہے، وہ ان میں موجود ہے۔

قیادت اور لیڈر شپ پیدا کرنے کے لیے یہ کام ہر نبی سے کروایا گیا، پھر زمانے کے ساتھ ساتھ یہ علم ترقی کرتے کرتے آج سوشل سائنس کے عنوان سے یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے اور مغربی ممالک، یورپ و امریکا کے اکثر لوگ اپنے بچوں کو پہلی ترجیح کے طور پر سوشل سائنس ہی پڑھاتے ہیں، تاکہ ہمارے بچے دنیا کی قیادت کر سکیں۔

ڈاکٹر اور انجینئر تو ہم اُجرت پر بھی رکھ لیں گے، کیونکہ وہ ایک پیشہ ہے، جب کہ سوشل سائنس قیادت کرنے اور لوگوں پر حکمرانی کرنے کا علم ہے۔

☆☆☆

بچوں کے انگریزی ادب سے خوبصورت انتخاب

مجرم کے بال

اُردو قالب

گُل رعنا صدیقی

"پانچ لاکھ کا انعام!

یہ اعلان حکومت کی جانب سے بہرام شیرازی نامی مجرم کی گرفتاری کے بارے میں ہے جو قتل کی کئی وارداتوں میں مطلوب ہے۔ مذکورہ بالا انعام اُس شخص کو دیا جائے گا جو بہرام کی گرفتاری سے متعلق کارآمد معلومات فراہم کر سکے گا۔ بہرام شیرازی کا سرکاری خاکہ درج ذیل ہے:

عمر ۴۵ سال، قد تقریباً ۶ فٹ، گھنے سرمئی بال جو رنگے بھی جا سکتے ہیں، سرمئی داڑھی لیکن اب وہ کلین شیو بھی ہو سکتا ہے، سرمئی آنکھیں، لمبی ناک، سفید دانت جن میں سے کچھ دانتوں میں سونے سے بھرائی ہوئی ہے، بائیں انگوٹھے کا ناخن ایک حالیہ ضرب کی وجہ سے اندر تک ٹوٹا ہوا ہے اور بہت تیز آواز میں بولتا ہے۔"

ادھیڑ عمر شاہد خان نے ایک دفعہ پھر مجرم کا خاکہ پڑھا اور اُداسی سے اخبار کو تہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ کراچی میں سیکڑوں باربر کی دُکانیں تھیں۔ یہ بالکل ناممکن تھا کہ بہرام شیرازی ان کی چھوٹی سی دُکان میں بال کٹوانے، شیو کرانے یا بال رنگوانے کے لیے آجائے۔ وہ آج کل زبردست مالی مشکلات کا شکار تھے۔ کئی کئی دِن گزر جاتے تھے لیکن ان کی دُکان پر کوئی گاہک نہیں آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب شاہد خان اخبار میں ہر روز پیسہ کمانے کے مواقع تلاش کرتے تھے۔

"ویسے بھی اگر ایک چھے فٹ لمبا، ہٹا کٹا شخص جو کئی لوگوں کا قاتل ہو، میری دُکان میں آ بھی گیا تو کیا مجھ جیسا دُبلا پتلا اَدھیڑ عمر آدمی اُس پر اکیلے قابو پا سکتا ہے؟"

انھوں نے زیرِ لب خود سے سوال کیا اور خود ہی نفی میں سر ہلا دیا۔

رات کے آٹھ بجنے والے تھے۔ وہ دکان بند کرنے کے لیے کھڑا ہی ہوا تھا کہ اچانک ایک لمبا چوڑا شخص دکان میں داخل ہوا۔

انھوں نے دُکان بند کرنے کا خیال فوراً ترک کر دیا۔ یہ آج کی تاریخ میں ان کا پہلا اور آخری گاہک تھا۔

"جی جناب! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

اُنھوں نے ادب سے کہا۔

"مجھے بال کٹوانے ہیں اور پھر بال رنگوانے ہیں۔"

گاہک نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر شاہد خان خوش ہو گئے۔ بال رنگنے کے وہ ہزار روپے لیتے تھے۔

"آپ کس رنگ کے بال پسند کریں گے جناب؟"

انھوں نے پوچھا۔

"مجھے اپنے سنہری بال پسند نہیں، میں انھیں بھورے رنگ میں رنگوانا چاہتا ہوں، بھورے بال مجھ پر اچھے لگیں گے۔" اس نے کہا۔

شاہد صاحب نے دل میں سوچا کہ اُس کی سرمئی آنکھوں کے ساتھ بھورے بال بالکل اچھے نہیں لگیں گے لیکن اپنے کاروبار کی بہتری کے لیے اس نے اپنے گاہک سے مکمل اتفاق کیا۔ بال کاٹنے کے دوران اپنے گاہک سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ گاہک کے سامنے کے دو دانتوں میں سونے سے بھرائی کی گئی ہے۔

"ضرور بہت امیر آدمی ہے!" انھوں نے سوچا۔

وہ اپنی مشاق انگلیوں اور آنکھوں سے آدمی کے بالوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ انھیں فوراً ہی پتا چل گیا کہ اِن بالوں کو پہلے بھی رنگا جا چکا ہے۔ سنہری رنگ بالوں کا قدرتی رنگ ہرگز نہیں تھا۔

"جناب! کیا آپ پہلے بھی بال رنگوا چکے ہیں؟" انھوں نے دریافت کیا۔

"ہاں! میرے بال بہت کم عمری میں سفید ہو گئے تھے، بس اسی لیے مجھے اکثر بال رنگوانے پڑتے ہیں۔" گاہک نے جواب دیا۔

شاہد خان مشاقی سے اپنے کام میں مشغول تھے لیکن حسبِ عادت اپنے گاہک سے باتیں بھی کر رہے تھے۔ موسم اور سیاست پر بات کرتے کرتے انھوں نے مفرور قاتل کا قصہ چھیڑ دیا۔

"پولیس اُسے پکڑنے میں ناکام ہو چکی ہے۔" گاہک نے کہا۔

"جی ہاں! لیکن شاید اب انعام رکھنے سے اُنھیں کوئی مدد مل سکے۔"

انھوں نے کہا۔

"اوہ! تو کیا اب اس کی تلاش پر کوئی انعام بھی رکھا گیا ہے؟ مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔"

گاہک نے کہا۔

''یہ اخبار میں اشتہار چھپا ہے، دیکھیے!'' شاہد خان نے اخبار اٹھا کر اسے دیا۔

وہ اشتہار پڑھنے لگا۔ شاہد صاحب نے دیکھا کہ اُس نے اچانک اپنا بایاں ہاتھ کرسی کے ہتھے سے کھینچ کر پیچھے کر لیا تھا لیکن وہ تو پہلے ہی اُس کے بائیں ہاتھ کا بدوضع ناخن دیکھ چکا تھا۔

اسی وقت گاہک نے شیشے میں تیز نظروں سے اپنے عقب میں کھڑے انھیں دیکھا۔

''مجھے پورا یقین ہے کہ اب تک تو وہ قاتل ملک سے باہر بھی جا چکا ہوگا، ان لوگوں نے انعام کا اعلان کرنے میں بہت دیر کر دی۔''

شاہد خان نے جلدی سے کہا۔ ان کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

''ہوں!'' گاہک نے ہنکارا بھر کے اخبار ایک طرف ڈال دیا۔

شاہد خان نے ایک نظر دُکان کے دروازے سے باہر ڈالی۔ رات کے ساڑھے آٹھ بج چکے تھے اور تمام دُکانیں بند ہو چکی تھیں۔ سڑک پر اِکا دُکا لوگ آ جا رہے تھے۔

''ذرا جلدی کرو! مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' گاہک نے بے صبری سے کہا۔

''جی جناب!'' انھوں نے کہا اور دِل میں سوچا۔

''اگر میں دروازے کی طرف بھاگا تو یہ خوف ناک آدمی مجھ پر چھلانگ لگا کر واپس گھسیٹ لے گا۔''

انھوں نے تصور کی آنکھ سے دیکھا کہ وہ پائیدان پر گرے ہوئے ہیں اور وہ ہول ناک آدمی اُن کا گلا دبا رہا ہے۔ وہ پچھتا رہے تھے کہ اُنھوں نے بہرام شیرازی کو پہچاننے میں اتنی دیر کیوں کر دی؟ کیا وہ اُس پر اکیلے قابو پا سکتے ہیں؟ اگر وہ اپنا ریزر اُس آدمی کے گلے پر رکھ کر کہتے کہ ''اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا دو'' تو وہ یقیناً اُن کا ریزر چھین لیتا۔ وہ اُن سے بہت زیادہ طاقت ور تھا۔ مارکیٹ بالکل سنسان ہو چکی تھی۔ وہ اپنی مدد کے لیے کسی کو آواز بھی نہیں دے سکتے تھے۔

شاہد خان نے خود کو بتایا کہ وہ اُس آدمی کو گرفتار نہیں کرا سکتے۔ ہاں! لیکن وہ پولیس کو یہ ضرور بتا سکتے تھے کہ بہرام شیرازی اُن کی دکان میں آیا تھا اور یہ کہ اب اُس کے بال اب بھورے ہو چکے ہیں۔

دُکان کے پچھلے حصے سے بال رنگنے کا سامان اُٹھاتے ہوئے ان کی نظر اچانک اس کاغذ کاٹنے کے چاقو پر پڑی جو انھیں کسی نے تحفے میں دیا تھا۔ چاقو کے دستے پر یہ الفاظ کندہ تھے:

''علم بڑی طاقت ہے۔''

اور اچانک ہی ان کے دماغ میں ایک زبردست خیال آ گیا۔ اب وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے۔ چند ہی لمحے بعد وہ اپنے گاہک کے بال گہرے بھورے رنگ میں رنگ رہے تھے۔

گاہک کو رخصت کرنے کے فوراً بعد انھوں نے اپنی دکان بند کی اور بس میں سوار ہو گئے۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ایک پولیس آفیسر کے سامنے بیٹھے تھے جس نے بہت توجہ سے ان کا بیان سنا۔ گاہک کا حلیہ سن کر آفیسر کو یقین ہو گیا کہ وہ سو فیصد بہرام شیرازی ہی تھا اور جب اس نے شاہد خان سے وہ زبردست خیال سنا جو شاہد خان کو اپنی دکان میں سوجھا تھا تو وہ داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

تھوڑی دیر بعد کراچی کی بندرگاہ پر کھڑے تمام بحری جہازوں پر ایک پیغام نشر کیا گیا اور صبح سات بجے کے قریب مرنڈا نامی جہاز سے کراچی پولیس کو یہ پیغام موصول ہوا: ''یہ پیغام برطانوی جہاز مرنڈا کی طرف سے نشر کیا جا رہا ہے۔ پولیس کا بتایا ہوا آدمی اس وقت ہمارے جہاز پر موجود ہے۔ ٹکٹ مسٹر شہزاد کے نام سے خریدا گیا ہے۔ اُس نے خود کو کیبن میں بند کر لیا ہے اور باہر نکلنے سے انکار کر دیا ہے۔ اُس کا مطالبہ ہے کہ اُس کے پاس فوراً ایک باربر بھیجا جائے۔ ہم پیرس کی پولیس سے رابطے میں ہیں اور مزید ہدایات کا انتظار کر رہے ہیں۔''

جہاز کے کیبن نمبر ۲۶ کے باہر کافی لوگ جمع تھے جب پولیس کے چھے اہل کار وہاں پہنچے۔ اُنھوں نے مسافروں کو وہاں سے جانے کو کہا اور کپتان کو دستک دینے کا اشارہ کیا۔

''کون ہے؟'' اندر سے کسی نے اونچی آواز میں پوچھا۔

''باربر جناب!'' کپتان نے کہا۔

''اُسے جلدی سے اندر بھیجو لیکن اُس کے ساتھ کوئی اور اندر نہ آئے۔''

''جی جناب!'' کیبن کا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور پھر تیزی سے بند ہونے لگا لیکن کپتان نے اپنا جوتا دروازے میں اڑا دیا۔ پولیس کے اہل کار تیزی سے آگے بڑھے اور اگلے چند لمحوں میں مسافر پر قابو پا لیا گیا۔

جب وہ باہر آیا تو کپتان حیرت سے چلا اُٹھا:

''اُف خدا! یہ تو ایک رات میں ہرا ہو گیا!''

''ہرا!''

جی ہاں! شاہد خان نے وہ سال ضائع نہیں کیے تھے جب وہ مختلف رنگوں کے اثرات کے بارے میں علم حاصل کر رہے تھے۔

انھوں نے قاتل کے بال ایسے کیمیکل کے ساتھ رنگے تھے جو چوبیس گھنٹے کے بعد بالوں کو سبز کر دیتا تھا اور سبز رنگ کے بالوں کے ساتھ کوئی بھی قاتل ہزاروں میں پہچانا جا سکتا تھا۔ شاہد خان کے علم کی طاقت نے انھیں پانچ لاکھ انعام کا حق دار بنا دیا تھا۔

(ڈورتھی ایل سائرز کی کہانی ''Mr. Bud's Great Idea'' کا ترجمہ)

☆☆☆

انوکھی اور دلچسپ معلومات

☆ آپ خواب میں صرف ان چہروں کو دیکھتے ہیں جنھیں آپ جانتے ہیں۔

☆ سونے کی جتنی کوشش کی جائے، نیند آنے کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ کوشش ترک کر دیں، یہ خود بخود آئے گی۔

☆ انسانی دماغ ستر فیصد وقت پرانی یادوں یا مستقبل کی سنہری یادوں کے خاکے بنانے میں گزارتا ہے۔

☆ پندرہ منٹ کسی دوست کے ساتھ خوش گپیاں کرنا آپ کی صحت کے لیے اتنا ہی فائدے مند ہے جتنا دو گھنٹے سونا۔

☆ زمین سے سب سے نزدیک ستارہ سورج ہے جو زمین سے ترانوے ملین میل دور ہے۔

☆ گھوڑا، بلی اور خرگوش کی سننے کی طاقت انسان سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ کمزور سے کمزور آواز سننے کے لیے اپنے کان ہلاتے ہیں۔

انتخاب: سعید احمد خان کراچی

گزشتہ سے پیوستہ

میں کھوجی ہوں!

جاوید بسام

اُس کی یہ بات مجھے اچھی نہیں لگی، میں نے کہا:

”کسی کو چھپ کر دیکھنا اچھی بات نہیں۔“

”میں جلد ہی اس کی شکایت تھانے میں درج کراؤں گا۔“ وہ بولا۔

میں نے سر ہلایا۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ کچھ دور چل کر مجھے ایک جگہ بہت چوڑا لکڑی کا زینہ نظر آیا۔ اُس کی پالش کی ہوئی ریلنگ بہت چمکدار تھی۔

”آؤ یہاں پھسلتے ہیں۔“ میں نے کہا۔

اس نے میرا ہاتھ دبایا اور کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کچھ دور آ کر وہ بولا:

”تمھیں پتا بھی ہے وہاں کون رہتا ہے؟“

میں نے گہری سانس لی اور بولا: ”بھئی مجھے کیسے پتا چلے گا؟ میں چند دن پہلے تو یہاں آیا ہوں۔“

”وہاں ایک بوڑھی جادوگرنی رہتی ہے۔“

وہ پراسرار لہجے میں بولا۔

اس بار میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تمھیں کیسے پتا چلا، کیونکہ وہ یہی کہتا کہ میں کھوجی ہوں۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور بولا:

”ایسی جادوگرنی جو ہر روز اپنا چہرہ بدل لیتی ہے۔“

میں نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا۔

”ہاں وہ روز نئے چہرے کے ساتھ نظر آتی ہے۔“

وہ بولا۔

میں نے کندھے اچکائے اور بیزاری سے پوچھا۔ ”تو پھر تم اسے کیسے پہچانتے ہو؟“

”اس کے لباس سے، وہ ہمیشہ نیلے رنگ کا لباس پہنتی ہے۔ تم جانتے ہی ہو میں کھوجی ہوں۔“

جبران نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

ہم آگے بڑھتے رہے، پھر ہمیں ایک دکان نظر آئی جہاں حلوائی گرم گرم جلیبیاں تل رہا تھا۔ دکان میں رکھے تھالوں میں مٹھائی بھی سجی ہوئی تھی۔ مجھے یہ دیکھ حیرت ہوئی کہ اتنی کم آباد جگہ پر ایسی سجی سجائی دکان کا کیا کام!

میں نے یہ سوال جبران سے پوچھ لیا۔ وہ کھل کر مسکرایا اور بولا: ”تم بھی میری صحبت میں کھوجی بنتے جا رہے ہو۔“

اب ہم دکان کے قریب پہنچ گئے تھے۔

دکاندار نے مسکرا کر جبران کو دیکھا اور بولا:

”میاں! آج تو مہمان کو ساتھ لے کر گھوم رہے ہو؟“

”جی، دس روپے کی جلیبیاں دے دیں۔“

دکاندار نے تھیلی میں چند جلیبیاں دیں۔ ہم گرم گرم جلیبیاں کھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

”ہاں اب میں تمھارے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ تم نے پوچھا تھا کہ اتنی بڑی دکان کا یہاں کیا کام؟ تو سنو تمھیں حیرت ہوگی کہ یہ مٹھائی ایک دو دن میں سب بک جاتی ہے۔“

”مگر اتنی مٹھائی بھلا کون کھاتا ہے؟ یہاں کی آبادی تو بہت کم ہے!“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”وہ جو نظر نہیں آتے۔“ جبران پراسرار لہجے میں بولا۔

میں نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا۔

”نہیں سمجھے؟“ اس نے پوچھا۔

میں نے نفی میں گردن ہلائی۔

اس نے پہلے آگے دیکھا، پھر پیچھے، پھر دائیں، پھر بائیں، پھر اوپر نظر دوڑائی اور سرگوشی میں بولا:

”جن بھوت......!“

اس کے لہجے کی پراسراریت سے میں نے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس کیے۔

”تمھیں کیسے پتا چلا؟“

اس بار یہ سوال بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا، حالانکہ جواب تو میں جانتا ہی تھا۔

اس کی باچھیں پوری کھل گئیں، وہ بولا:

”میں کھوجی ہوں۔“

میں نے گہری سانس لی۔ ہم آگے بڑھتے گئے، پھر ہمیں سڑک پر ایک چھوٹا سا چائے خانہ نظر آیا جہاں بھاپ اڑاتی کیتلی سے چائے کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

”آؤ چائے پیتے ہیں۔ اس کے نمکین بسکٹ بھی بہت مزے کے ہوتے ہیں۔“

جبران بولا۔ ہم چائے خانے میں داخل ہوئے اور ایک میز پر بیٹھ گئے۔

وہاں ایک ترکھان اپنا سامان کا تھیلا لیے بیٹھا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کہیں سے کام کر کے آیا ہے۔ وہ بہت تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ چائے فروش نے پہلے اسے چائے دی، پھر ہمارے آگے چائے اور بسکٹ رکھے۔

ہم چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھانے لگے۔ بسکٹ واقعی بڑے مزے کے تھے۔ چائے پی کر ہم نے پیسے دیے، پھر جبران میرا ہاتھ پکڑ کر دکان کے اندر کی طرف بڑھا۔ میں نے دیکھا وہاں سے ایک پتلا راستہ پچھلی گلی میں جا رہا ہے۔ ہم چلتے ہوئے پچھلی گلی میں نکل آئے۔ وہ گلی بھی اگلی گلی سے مختلف نہیں تھی۔ ہم ستانے کے لیے ایک گھر کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔

جبران بولا: ”یہ چائے والا اپنی دکان کے اوپر ہی رہتا ہے۔“ اس نے ایک گھر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سیڑھیاں دیکھ رہے ہو وہ اُس کے گھر کو جاتی ہیں۔“ پھر وہ میری طرف جھکا اور دھیمے لہجے میں بولا:

”جانتے ہو، ان سیڑھیوں کے نیچے کون رہتا ہے؟“

اب اس کی باتوں سے میرے سر میں درد ہونے لگا تھا۔

میں نے جل کر کہا: ”ہاں میں جانتا ہوں!“

اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور پوچھا: ”کون رہتا ہے؟“

”ایک بھتنا! جسے تم پکڑنا چاہتے ہو۔“

میں نے تیزی سے کہا۔

وہ اچھل ہی پڑا۔ ”ت......تم کو کیسے پتا چلا؟“ اس نے ہکلا کر پوچھا۔

”میرے وجدان نے مجھے بتایا۔“ میں نے کہا۔

اب میں اسے کیا کہتا کہ جادوگرنی اور جن بھوت کے بعد اسے بھتنے کا ذکر ہی کرنا تھا اور اتفاق سے میرا قیاس ٹھیک ہو گیا تھا۔

وہ گھمبیر آواز سے بولا: ”میں بہت دنوں سے منصوبہ بندی کر رہا ہوں، لیکن یہ دو آدمیوں کا کام ہے۔ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔“

”میں ہر طرح کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔“ میں نے اسی کے انداز میں کہا۔

”چلو واپس چلتے ہیں، رات کو اس کا منصوبہ بنائیں گے۔“ وہ بولا۔

ہم اٹھے اور گھر کی طرف چل دیے۔

اگلے دو تین دن تک ہم اس کی منصوبہ بندی کرتے رہے۔ ہمیں کچھ سامان کی بھی ضرورت تھی۔ جبران اس کی فراہمی میں لگا ہوا تھا۔

آخر مقررہ دن آ گیا۔ اس دن موسم صبح سے ابر آلود تھا۔ سر شام ہی اندھیرا ہو گیا۔ ہم نے چاچی جان سے کچھ دیر

کے لیے باہر جانے کی اجازت لی اور گھر سے نکل گئے۔

جبران کے ہاتھ میں تھیلا تھا۔جس میں کچھ سامان بھرا ہوا تھا۔کچھ دور چل کر ہم ایک گھر کی ڈیوڑھی میں داخل ہوئے۔ جبران نے منہ پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور تھیلے سے تعمیراتی ورکروں والے دو ہیلمٹ نکالے ایک اپنے سر پر رکھا دوسرا میرے سر پر جما دیا۔

مجھے اس کا پیلا رنگ بالکل پسند نہیں آیا تھا،مگر وہاں پسند ناپسند کی گنجائش نہیں تھی۔ ہم نے اپنی ٹھوڑیوں کے نیچے ڈوریوں کو کسا پھر جبران نے دو چوڑی بیلٹیں نکالی۔ وہ ہم نے اپنی اپنی کمر میں باندھ لیں۔ ان کے ہکوں میں مختلف چیزیں لٹکی ہوئی تھیں۔

جبران نے سرگوشی کی:''میری تیاریاں پوری ہیں نا؟''

میں نے گردن ہلائی۔ ہم ڈیوڑھی سے باہر نکل کر آگے بڑھے۔ اب ہم فٹ پاتھ پر دیوار کے ساتھ چل رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم پچھلی گلی میں جا پہنچے۔گلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس وقت وہاں بس ایک کتا لیٹا ہوا تھا۔ اس نے گردن اٹھا کر ہمیں دیکھا اور جبران کو پہچان کر دُم ہلانے لگا،لیکن جبران نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اس وقت وہ بہت بڑی مہم جوئی پر نکلا ہوا تھا۔

ہمارے قدم چائے خانے کے مالک کے گھر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی ہم وہاں پہنچ گئے اور کیاریوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ جبران نے جیب سے ٹارچ نکالی اور جلا کر دیکھی۔ پھر اس نے تھیلے میں سے موٹی رسی نکالی اور زور لگا کر اس کی مضبوطی چیک کی۔

''دیکھو مضبوط ہے نا؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے بھی کھینچ کر دیکھا، رسی بہت مضبوط تھی۔ میں نے گردن ہلائی، پھر اس نے تھیلے میں سے دو ماسک نکالے۔ ایک اپنے منہ پر لگایا اور دوسرا مجھے دیا۔

''یہ کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''تا کہ ہم پہچان میں نہ آ سکیں۔'' وہ بولا۔

اس کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، مگر میں خاموش رہا۔ اس نے پھر تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور تتلیاں پکڑنے والا جال نکالا۔

''کیا ہم اس اندھیرے میں تتلیاں بھی پکڑیں گے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

جبران نے مجھے ناراضی سے گھورا اور بولا۔''ہم اس سے بھتنا پکڑیں گے۔''

اب ہم آہستہ آہستہ زینے کی طرف بڑھے۔گلی میں کوئی نہیں تھا۔ میرے ہاتھ میں جال تھا اور جبران نے ٹارچ پکڑی ہوئی تھی۔ زینے کے نیچے خالی پیٹیاں اور کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ ہم شکاریوں کی طرح چوکس تھے۔ جبران نے ٹارچ کی روشنی زینے کے نیچے ماری۔ دوسرے ہاتھ سے وہ فالتو سامان کو ہلا جلا رہا تھا۔ اچانک اندھیرے میں دو زرد چمکتی آنکھیں نظر آئیں۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اب تک میرا خیال تھا کہ ہم ایسے ہی فالتو مہم جوئی پر نکلے ہیں۔ وہاں کچھ بھی نہیں ہوگا،لیکن اب میں سوچ رہا تھا کہ یہاں آ کر کہیں غلطی تو نہیں کی؟

اچانک زینے کے نیچے زوردار کھڑ پٹر ہوئی۔ ایسا لگا کوئی چیز گھبرا کر بھاگ رہی ہے۔ ہم پیچھے ہٹ گئے۔ کچھ رک کر پھر آگے آئے۔ میں نے جال سنبھالا ہوا تھا۔ جبران نے کرسی کا ٹوٹا ہوا پایا اٹھایا اور اندر اندھیرے میں زور سے پھینکا، اچانک خوفناک چنگھاڑ سنائی دی اور ایک بھیانک کالی مخلوق برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ میں نے فوراً جال آگے کیا اس نے پھر خوفناک آواز نکالی اور مجھے چکما دیتی ہوئی گلی کے اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

ہم دونوں خوف سے تھرا اٹھے۔ اس کی دوسری چنگھاڑ پر جبران نے بھی زور سے چیخ ماری اور زمین پر ڈھے گیا۔ میں بھی گھبرا کر چیخ پڑا تھا۔

کہیں اوپر کھڑکی کھلنے کی آواز آئی اور کوئی چلایا:

''نیچے کیا ہو رہا ہے؟''

پھر سیڑھیوں پر قدموں کی آواز سنائی دی اور چائے فروش نیچے آیا۔ ہمیں دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ گھبرا گیا اور زور سے بولا:''کون ہو تم؟''

میں نے فوراً ماسک ہٹایا۔

وہ ٹارچ کی روشنی ہم پر ڈالتے ہوئے قریب آیا اور چلایا:''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟اور جبران کو کیا ہوا؟''

اس نے زمین پر لیٹے جبران کو سیدھا کیا۔

''میرا خیال ہے یہ ڈر گیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''تم لوگ آخر یہاں کر کیا رہے ہو؟''

اس نے غصے سے پوچھا۔

''ہم بھتنا پکڑنے آئے تھے۔'' میں نے کہا۔

اس نے غضب ناک نظروں سے مجھے دیکھا اور جھک کر جبران کے چہرے پر دو تین بار تھپکی دی۔ آخر وہ کسمساتے ہوئے جاگ گیا۔

''چلو جبران! گھر چلیں۔ اب ہمارا یہاں کوئی کام نہیں ہے۔''

میں نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

چائے فروش بولا:''کل میں تمھارے ابو کو اس بارے میں ضرور بتاؤں گا۔''

ہم گھر کی طرف چل دیے۔ دونوں خاموش تھے۔ جلد ہی ہم اپنے کمرے میں بستروں پر دراز تھے۔ جبران فوراً سو گیا تھا۔ میں کچھ دیر تک جاگتا رہا پھر مجھے بھی نیند آ گئی۔ اگلی صبح ہمیں خوب ڈانٹ پڑی۔ چائے فروش صبح ہی صبح چاچا جان سے ملنے چلا آیا تھا۔

اس دن کے بعد سے ہم پر اکیلے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی گئی جس کا مجھے بہت افسوس ہوا۔ اب ہم چچا جان یا چاچی کے ساتھ ہی باہر جا سکتے تھے۔ بس باقی دن یوں ہی گزرتے رہے۔ جبران زیادہ تر کہانیاں پڑھتا رہتا تھا اور میں باہر کھڑکی سے درختوں پر اٹھکیلیاں کرنے والے پرندوں کا جائزہ لیتا یا گلی کا نظارہ کرتا رہتا تھا۔ آخر میری چھٹیاں ختم ہو گئیں۔ بابا اور ماں جی بھی گھر آ چکے تھے۔ ایک دن آ کر وہ لوگ مجھے وہاں سے لے گئے۔

میں نے اس خدشے کے پیشِ نظر کہ جبران کے کھوجی پن کو ٹھیس پہنچے گی، اسے کبھی یہ نہیں بتایا کہ اُس دن جو''بھتنا'' وہاں سے نکل کر بھاگا تھا، وہ ایک بہت کالا اور موٹا بلا تھا۔

☆☆☆

پہیلیاں

صائمہ انور۔ چشتیاں

کہتے ہیں یہ بزرگ سیانے
لال ڈبیا میں پیلے خانے
اندر رکھے یاقوت کے دانے
اللہ کے بھید اللہ ہی جانے

☆

کون بشر ہے اللہ جانے
ایک صندوق میں بارہ خانے
ہر خانے میں تیس ہیں دانے
بوجھنے والے بڑے سیانے

☆☆☆

جوابات:

۱۔۔۔۔۔۔(انار)
۲۔۔۔۔۔۔(سال)

اور چور پکڑا گیا!

محمد شمس الزمان، کراچی

کیا آپ کے گھر سے کبھی چیزیں غائب ہوئی ہیں؟

یقیناً ہوئی ہی ہوں گی، پھر آپ نے کسی نہ کسی پر شک کیا ہوگا، بدگمانی کی ہوگی اور پھر بہن بھائیوں میں جھگڑے بھی ہوئے ہوں گے، لیکن آیئے آج ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ کی وہ چیزیں اصل میں کون چراتا تھا۔

کہانی شروع ہوتی ہے ایک دفعہ کے ذکر سے جب ہمارے ماموں کے دفتر سے اچانک ہی چیزیں غائب ہونا شروع ہوگئیں۔ کبھی میز سے قلم غائب تو کبھی ان کے ضروری کاغذات غائب۔ کبھی باورچی خانے سے ماچس کی ڈبیہ غائب۔ مینجمنٹ پریشان تھی۔ ویسے یہ مینجمنٹ کے پیچھے بھی ایک لمبی کہانی ہے جو پھر کبھی سہی۔

کسی کے پلے نہیں پڑ رہا تھا کہ آخر یہ چیزیں غائب کون کر رہا ہے؟ ایک دن تو حد ہی ہوگئی، ایک جاننے والے نے کھجوروں کی تھیلی ہدیہ کی۔ دوسرے دن آفس آئے تو دیکھا کہ خالی تھیلی کسی کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اِدھر اُدھر اڑتی منہ چڑا رہی ہے۔ اس بار تو ماموں کو بہت غصہ آیا لیکن کس پر نکالتے، چپ ہو رہے۔

اُدھر چیزیں غائب ہونا معمول ہوگیا۔ ایک دن کوئی چیز ڈھونڈنے کے لیے جب صوفے کو الٹایا گیا تو اس کے نیچے والے حصے میں کچھ بھاری بھاری سے محسوس ہوا۔

جب اسے پھاڑا تو اس کے نیچے سے تو پورا جنرل اسٹور برآمد ہوا......!

قلم، ضروری کاغذات اور اسی طرح کی بیسیوں چیزیں یہاں تک کہ کھجوریں بھی جو حال ہی میں غائب ہوئی تھیں اَدھ کھائی یہاں موجود تھیں۔

اسی لمحے ایک کونے سے چوہا نکل کر بھاگا۔ چور پہچان میں آگیا تھا سو مینجمنٹ نے فوراً چوہوں کے خلاف آپریشن کلین اپ شروع کر دیا۔ فوراً ایک خطرناک چوہے مار دوائی منگوائی گئی اور اسے دفتر میں مختلف جگہ ''نصب'' کر دیا گیا۔

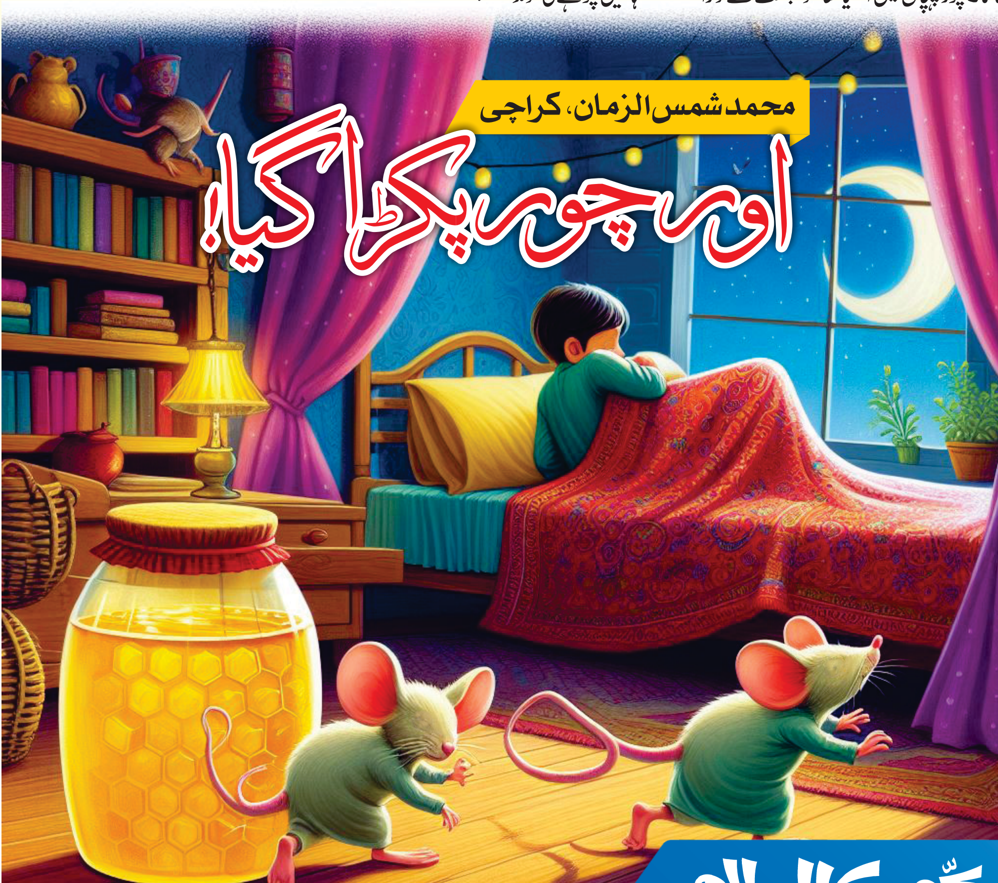

اگلے دن جب آئے تو آفس میں دھیمی دھیمی، نامانوس سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ کسی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ دماغ پر منفی اثرات مرتب کرنے والی زہریلی بو کیوں آ رہی ہے؟ دو روز بعد جب الیکٹریشن نے مین بورڈ کسی کام سے کھولا تو پتا چلا کہ اس میں تو چور صاحب کی لاش موجود ہے۔

اب ایک دوسرا مسئلہ درپیش ہوگیا۔ کوئی بھی اِس چوہے کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا کہ کہیں چوہے کے جنازے کو کندھا دینے والے کو خود کندھوں کی ضرورت نہ پڑ جائے۔ بڑی مشکل سے چور کو کچرے کے ڈھیر میں پھینکا گیا۔

مینجمنٹ کو یہ سبق ملا کہ کبھی بھی چوہے مار دوائی نہیں ڈالنی چاہیے، کیوں کہ پھر وہ ایسی جگہ جا کر مر جاتے ہیں کہ اس کا سراغ لگانے کے لیے سراغ رسانوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

اب ہم اسی طرح کا ایک اور واقعہ سناتے ہیں۔

یہ بات ہمارے ابو کے زمانے کی ہے۔ جب ابو حفظ کرتے تھے تو ان کے ایک ساتھی جب روزانہ صبح اٹھتے تو دیکھتے کہ ان کی شہد کی بوتل میں تھوڑا سا شہد کم ہے۔ وہ بھی کچھ بچوں کی طرح دوسروں پر الزام تراشی کرتے نہ تھکتے تھے لیکن جب کسی نے اعترافِ جرم نہ کیا تو انھوں نے خود ہی مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کی ٹھانی اور ایک رات اپنے پلنگ کے نیچے گھات لگا کر بیٹھ گئے۔

کمرے میں زیرو کا بلب روشن تھا۔ آدھی رات کے وقت انھوں نے وہ منظر دیکھا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ان کا گلا خشک رہ گیا۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ان کے دل کی دھڑکن کسی ڈھول کی طرح ان کے کانوں میں بجنے لگیں۔

انھوں نے دو بھیانک سایوں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ ان کی شکلیں انسانوں سے قدرے مختلف تھیں۔ لمحہ بہ لمحہ سائے چھوٹے ہوتے جا رہے تھے۔ قریب تھا کہ ان کا حوصلہ دم توڑ دیتا اور وہ بے ہوش ہو جاتے، اچانک کھودا پہاڑ نکلا چوہا والی بات ہوگئی۔ جی ہاں! اچانک وہ پہچان گئے کہ وہ سایے بھوتوں کے نہیں دو چوہوں کے تھے جو اتنے چالاک اور ہوشیار تھے کہ پھونک پھونک کر شہد کے ڈبے کی طرف قدم حضوری کر رہے تھے۔

پھر وہ دونوں ڈبے کے اوپر جا کے بیٹھ گئے اور اپنی سونڈ شہد میں گھما کر چاٹنے لگے۔

ہائیں چوہے کی سونڈ......!

اُن کی آنکھیں ایک بار پھر پھٹ گئیں، مگر پھر انھوں نے غور سے دیکھا تو وہ چوہوں کی ذہانت کے قائل ہوگئے۔ چوہوں کی اس جوڑی نے چالاکی میں پیاسے کوے کو بھی پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ جی ہاں! دراصل وہ چوہوں کی سونڈ نہیں بلکہ ان کی دُم تھی جو وہ شہد کی بوتل میں ڈالتے اور پھر چاٹ جاتے۔

یہ بڑا کریہہ منظر تھا، انھوں نے ان چوروں کو بھگانے کے لیے زور زور سے بلی کی اوازیں نکالنا شروع کردیں لیکن چوہوں نے اِن اوازوں پر کان دھرنا گوارا نہیں کیا۔ کچھ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ یا تو چوہوں کو پتا چل گیا تھا کہ ایک انسان بلی بننے کی ناکام کوشش کررہا ہے یا پھر اس وقت کے چوہے بلیوں سے ڈرتے ہی نہ ہوں گے۔

بالآخر جب محض آواز نکالنے سے بات نہ بنی تو انھوں نے اپنے چہرہ مبارک پلنگ کے نیچے سے نکالنے کا فیصلہ کیا اور باہر نکل کر بزبانِ حال چوہوں سے پوچھ بیٹھے کہ آپ نے کس کی اجازت سے یہاں قدم رنجا فرمانے کی جرات کی ہے؟

چوہوں نے انھیں دیکھا تو بول اٹھے: ”بھاگ لے بچُّو بھاگ لے!“ لیکن بھاگتے بھاگتے بھی وہ اپنا ناشتا برباد کرنے کی سزا اس طور دے کر بھاگے کہ شہد کے ڈبے کو گرا گئے۔

سارا شہد ضائع ہوگیا۔ خیر وہ تو ویسے بھی ضائع ہی تھا۔ اتنے دنوں سے چوہوں کی دُموں سے معطر جو ہو رہا تھا۔

بہرحال اب آپ سوچ لیجیے کہ بلاتحقیق اپنی کوئی چیز غائب کرنے کا سہرہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر ڈالنا کتنی بری بات ہے۔ یہ کوئی چوہا یا چوہے کی سونڈ مم مطلب دُم بھی ہوسکتی ہے!

☆☆☆

چھوڑ دیا!

راجہ مہدی علی خان

ہم نے بکری کے بچوں کو کمروں میں نچانا چھوڑ دیا
ناراض نہ ہو امی ہم نے ہر شوق پرانا چھوڑ دیا

ڈیڈی کے سوٹ پہن کر ہم صوفوں پر ڈانس نہیں کرتے
سارے گھر کی بنیادوں کو اب ہم نے ہلانا چھوڑ دیا

دادا ابا کا اب چشمہ بکرے کو نہیں پہناتے ہم
نانا ابا کی لٹھیا اب ہم نے چھپانا چھوڑ دیا

بندر کو سہرا باندھ کے ہم دولھا نہ بنائیں گے امی
اب گھونگھٹ کاڑھ بندریا کو ڈولی میں بٹھانا چھوڑ دیا

ندیا کے گہرے پانی میں کھائے نہ کئی دن سے غوطے
گھر ہی میں پڑے اب سڑتے ہیں ندیا پہ نہانا چھوڑ دیا

اب صبر کے میٹھے پھل آہیں بھر بھر کر کھاتے ہیں
مالن کو بنا بیٹھے خالہ مالی کو رلانا چھوڑ دیا

گھر میں بیٹھے سادھو بن کر اب علم کی مالا جپتے ہیں
خرگوشوں کے پیچھے جنگل میں کتوں کو بھگانا چھوڑ دیا

پنجروں میں بند جو رہتی تھیں وہ پُھر سے اڑا دیں سب چڑیاں
مرغوں میں صلح کراتے ہیں مرغوں کو لڑانا چھوڑ دیا

اب ہم نے کبھی کھانا کھا کر کپڑوں سے ہاتھ نہیں پونچھے
دیکھو کئی دن سے دھوبی نے رونا چلانا چھوڑ دیا

ہر ایک بغاوت چھوڑی ہے ہر ایک شرارت رخصت ہے
اب گھر میں فرشتے آتے ہیں شیطان نے آنا چھوڑ دیا

ہم سے پھر بھی ناراض ہو کیوں کیا تم سوتیلی امی ہو؟
اپنے اِن پیارے بچوں کو اب منہ بھی لگانا چھوڑ دیا

جن آنکھوں میں روز شرارت تھی اُن آنکھوں میں آنسو اب دیکھو
اِن آپ کی پیاری آنکھوں کو اب ہم نے رلانا چھوڑ دیا

ہے گھر کی فضا سہمی سہمی غمگین ہیں بچوں کے چہرے
کب ہنس کے کہوں گی اے بچو! کیوں ہم کو ستانا چھوڑ دیا؟

☆☆☆

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے زیرِاہتمام
مُفت
ختمِ نبوّت خط وکتابت کورس
0333-5105991, 0333-5126313
خوشخبری
سکول وکالج کے طلبا وطالبات اور عوام النّاس کے لئے سُنہری موقع
داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر نام، تعلیمی قابلیت، پتہ (پوسٹل کوڈ) آخر میں دیئے گئے پتہ پر ارسال کریں ایک خط میں ایک درخواست دیں، اگر کسی وجہ سے کورس میں تاخیر ہوجائے تو دو ماہ کے بعد دوبارہ خط لکھیں
گھر بیٹھے بذریعہ خط وکتابت
عقیدہ ختم نبوت، حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ، خروج دجال
اور موجودہ دور کے فتنوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ کورس کی تکمیل پر ایک خوبصورت سند اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کیلئے خصوصی تحائف
ختم نبوت خط وکتابت کورس پوسٹ بکس نمبر 1347 اسلام آباد

انوکھا حکم

منیر احمد شاہ فاروقی

اندلس (اسپین) کے ساحل پر چند جہازوں اور کشتیوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ یہ آگ کسی اتفاقی حادثے یا حملے کے نتیجے میں نہیں لگی تھی بلکہ ان جہازوں اور کشتیوں کو آگ ان لوگوں نے خود لگائی تھی جو ان میں سوار ہوکر یہاں آپہنچے تھے۔ یہ لوگ مختلف رنگوں کے اور مختلف زبانیں بولنے والے تھے۔ لیکن ان میں زیادہ تر بربر قوم سے تعلق رکھنے والے سیاہ فام تھے جب کہ تھوڑی تعداد میں عرب باشندے بھی ان میں شامل تھے۔ اپنے جہازوں اور کشتیوں کو خود آگ لگانے والے یہ لوگ حالات سے بے خبر یا پاگل نہیں تھے اور نہ ہی وہ کسی تفریحی سفر پر نکلے تھے کہ ایڈونچر کے لیے کشتیاں جلا ڈالیں بلکہ افریقہ کے صحراؤں اور عرب کے ریگ زاروں سے تعلق رکھنے والے یہ افراد ایک ایسی قوم کو ظلم سے نجات دلانے کے لیے نکلے تھے جسے اس کے حکمران ظلم کی چکی میں پیس رہے تھے۔ یہ ان عظیم لوگوں کا قافلہ تھا جو انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے آئے تھے۔ ان جانبازوں کے قائد بربر قوم سے تعلق رکھنے والے طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جب اسپین کے مظلوم عوام نے اپنی مدد کے لیے والیٔ افریقہ موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ کو پکارا تو ان کے لیے خاموش تماشائی بنا رہنا ممکن نہ رہا، کیونکہ وہ جس دین پر عمل پیرا تھے، وہ انہیں مظلوموں کی مدد کرنے اور ظالم کے خلاف مزاحمت کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اس دوران اسپین کی ایک ریاست سیوتہ (Ceuta) کا گورنر کاؤنٹ جولین، خود موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے آکر ملا اور اس نے اسپین کی حکومت کے مظالم سے آگاہ کرتے ہوئے اسپین پر حملہ کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک صوبے طنجہ کے بہادر اور نڈر گورنر طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو اس مہم کا سربراہ بنا کر بھیجا۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ مراکش سے چار جہازوں پر سات ہزار سپاہیوں کے ہمراہ اسپین کی طرف روانہ ہوئے۔ اسپین کے ساحل پر اترنے کے بعد انہوں نے جہازوں کو آگ لگانے کا حکم دیا۔ یہ حکم عقل میں آنے والا نہیں تھا، فوجی حیران رہ گئے، لیکن انھوں نے جہازوں کو آگ لگادی۔ جہاز جل کر راکھ ہوگئے۔

طارق بن زیادہ رحمۃ اللہ علیہ کی فوج 5 رجب 92 ہجری بمطابق 711ء اسپین کے ساحل پر لنگر انداز ہوئی تھی اور لنگر انداز ہونے کے بعد فوراً ہی اس نے نقل وحرکت شروع کر دی تھی۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا پڑاؤ ایک پہاڑ پر ہوا۔ یہ اب جبل طارق (جبرالٹر) کے نام سے مشہور ہے۔ سب سے پہلے قدیم ساحلی شہر کارقبہ بلا رکاوٹ فتح ہوگیا۔ پھر جزیرہ خضراء پر قبضہ ہوا۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی آمد اور فتوحات کی اطلاع اسپین کے گورنر تھیوڈومر (Theodomir) کو ہوئی، چنانچہ اس نے مقابلے کے لیے پیش قدمی کی لیکن جلد پسپا ہوکر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے اپنے بادشاہ راڈرک کو خط میں اطلاع دیتے ہوئے کہا: ”ہماری سرزمین پر ایک قوم اُتری ہے، ہم نہیں جانتے، آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے نکل پڑی ہے۔“

راڈرک اس وقت باغیوں سے جنگ میں مصروف تھا۔ وہ اس ناگہانی مصیبت سے گھبرا کر دارالحکومت واپس لوٹ آیا اور عام فوجی بھرتی کا اعلان کرا دیا، پادریوں کو مذہب کے نام پر لوگوں کو فوج میں بھرتی ہونے پر اکسانے کے کام پر لگا دیا۔ آخر کار راڈرک کے پاس ایک لاکھ فوج تیار ہوگئی۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو جب راڈرک کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو انہوں نے موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے مزید کمک بھیجنے کو کہا۔ انہوں نے پانچ ہزار کی تعداد میں فوج بھیجی۔ اس طرح مسلم فوج کی کل تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

راڈرک اپنی فوج قرطبہ سے جنوبی اسپین کی طرف لے کر چلا۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا۔ دونوں فوجوں کا سامنا دریائے گواڈلیٹ کے کنارے سریش (Jarez) کے مقام پر ہوا۔ بارہ ہزار کی مختصر فوج کا مقابلہ ایک لاکھ کی فوج کے ساتھ تھا۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے جنگ سے پہلے والی رات کو ایک معرکۃ الآراء تاریخی خطاب کیا۔ اس خطاب نے مسلمانوں میں استقامت کی ایک نئی روح پھونک دی۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں کہا:

”لوگو! تمہارے لیے بھاگنے کی جگہ ہی کہاں ہے؟ تمہارے پیچھے سمندر ہے اور آگے دشمن، لہٰذا خدا کی قسم! تمہارے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کیے ہوئے عہد میں اترو اور صبر سے کام لو۔ ہمارے گھر یہاں سے دور ہیں لیکن جنت نزدیک ہے۔“

وہ 27 رمضان المبارک 92 ہجری بمطابق 19 جولائی 711ء کی یادگار صبح تھی، جب جنگ کا آغاز ہوا۔ طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء پہلے ہی جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار تھے۔ ان کی اس تقریر نے ان کے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا، وہ وادی سریش کے معرکے میں اپنے جسم وجان کو فراموش کر کے لڑے۔ مسلمانوں کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ ایک مغربی مورخ کے مطابق، اس دن مسلمان موت کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے اور موت ان سے بھاگ رہی تھی۔

یہ جنگ آٹھ دن تک جاری رہی، راڈرک کو شکست فاش ہوئی اور وہ دریائے گواڈلیٹ میں ڈوب کر مر گیا۔ پھر اس کے بعد طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا لشکر آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتا چلا گیا اور ایک سال کے اندر اندر پورے جزیرہ نما اسپین کو فتح کر کے فرانس کے اندر گھس گیا اور اس کے کئی شہروں پر قبضہ کرلیا۔ فرانس میں اس وقت پرتگال بھی شامل تھا۔

مسلمانوں نے اسپین پر تقریباً آٹھ سو سال حکومت کی۔ اسلامی حکومت کے اس طویل دور کی وجہ انصاف اور مساوات کا ایک ایسا نظام تھا جس کے اہل اسپین برسوں سے متمنی تھے۔ لہٰذا اسپین میں اسلامی حکومت قائم ہوتے ہی لوگوں نے تیزی کے ساتھ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں اسپین کو ترقی سے ہمکنار کیا۔ اس وقت پورا یورپ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے دور میں اسپین میں علم و ہنر کے ایسے چراغ روشن کیے جن کی روشنی آج تک دنیا کو منور کر رہی ہے۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً قرطبہ، غرناطہ، طلیطلہ، اشبیلہ وغیرہ میں ایسے مدارس قائم کیے جن میں دنیا بھر سے طالب علم، علم حاصل کرنے آتے تھے۔ ہر بڑے شہر میں لاتعداد کتب خانے قائم کیے۔ فن تعمیر میں بھی اسپین کے مسلمانوں نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے، قرطبہ، قصر الحمرا، محل غرناطہ، قصر مامون، قصر کبیر مشہور ہیں۔ مگر افسوس! آٹھ سو سالہ حکومت کے بعد آپس کے اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کو اسپین چھوڑنا پڑا اور لاکھوں مسلمان شہید کیے گئے۔

☆☆☆

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۱۱

نماز

محمد اسامہ سرسری

آیتِ کریمہ:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۞

(سورۂ بقرہ، آیت نمبر 238)

مفہوم: تمام نمازوں کا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

حدیثِ مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تُذْهِبُ الذُّنُوبَ كَمَا يُذْهِبُ الْمَاءُ الدَّرَنَ. (سنن ابن ماجہ)

مفہوم: بے شک نماز گناہوں کو زائل کر دیتی ہے جیسے پانی میل کچیل کو دور کر دیتا ہے۔

مسنون دعا:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۞

(سورۂ ابراہیم، آیت نمبر 40)

مفہوم: یا رب! مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنا دیجیے اور میری اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ پیدا فرمایے جو نماز قائم کریں) اے ہمارے پروردگار! اور میری دعا قبول فرمالیجیے۔

فقہی مسئلہ:

رات دن میں ہر مسلمان عاقل بالغ مرد اور عورت پر پانچ نمازیں فرض ہیں:

(1) فجر (دو رکعتیں) (2) ظہر (چار رکعتیں)
(3) عصر (چار رکعتیں) (4) مغرب (تین رکعتیں)
(5) عشاء (چار رکعتیں)

البتہ جو شرعی لحاظ سے کوئی مسافر بن جائے تو اس پر ظہر، عصر اور عشاء کی دو دو رکعتیں فرض ہیں۔

(بدائع الصنائع)

درود و سلام کے مسنون صیغے (16)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد السعید" کے نام سے صلوٰۃ و سلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: "جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔"

انھی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود و سلام کا ایک صیغہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروایئے۔ اس طرح درود و سلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر ازروئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا سولھواں صیغہ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَّعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ملاحظہ:

سلام کے صیغے پندرہ تھے جو ابتدائی پندرہ اقساط میں مکمل ہو چکے ہیں۔

***

حیرت انگیز آفر! 50% OFF

اشتیاق احمد کے تمام ناول اور کتابیں آدھی قیمت پر

ہزاروں کتابیں ایک کلک پر

ہم نے آباد کیا ہے آپ کے لیے

کتابوں کا ایک نیا جہاں

بچوں کی تعلیم و تربیت اور تفریح کے لیے خوبصورت کتب پر مشتمل کتاب نگر میں خوش آمدید!

گھر بیٹھے کتابوں کی خریداری کے لیے ہماری ویب سائٹ "کتاب نگر" وزٹ کیجیے اور حاصل کیجیے بے شمار کتابیں وہ بھی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر۔

ہماری ویب سائٹ پر آرڈر کرنے کا طریقہ:

نوٹ: یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔

اشتیاق احمد کے ناول اور کتابیں آرڈر کرنے کے لیے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے دائیں طرف Categories پر کلک کریں اور پھر "Ishtiaq Ahmed" پر کلک کریں، اپنے مطلوبہ ناول کے ٹائٹل کے نیچے "ADD TO CART" کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں جانب بنے باسکٹ کے نشان کے پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لیے اُس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر "CHECKOUT" کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے "Place Order" پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل پانچ سے سات دن تک ڈیلیور ہو جائے گا۔ شکریہ

ویب سائٹ: www.kitaabnagar.com

ضروری اعلان

رسائل گھر بیٹھے حاصل کیجیے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

اطلاعاً عرض ہے کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے روزنامہ اسلام کے صرف اسلام آباد اور لاہور ایڈیشن کو پہلی جنوری سے بند کردیا گیا ہے، لیکن الحمدللہ مرکزی دفتر کراچی اور ملتان سے بدستور اخبار چھپ رہا ہے، نیز دونوں ہفت روزے بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام بھی اسی آب وتاب سے اتوار اور بدھ کو شائع ہو رہے ہیں!

قارئین جو یہ سطور پڑھ رہے ہیں، ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے رشتے داروں، دوستوں اور دائرہ بچوں/خواتین کا اسلام کے اُن قارئین کو جنھیں آپ کسی طرح بھی جانتے ہیں اور انھیں رسائل نہیں مل پا رہے، ہاکر انھیں منع کر رہے ہیں تو براہِ کرم ہماری نمائندگی کرتے ہوئے اُن تک یہ بات پہنچائیے کہ بالکل پریشان نہ ہوں، دونوں رسائل باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں اور ہر شہر کی ایجنسی کے پاس حسب سابق پہنچ بھی رہے ہیں۔

پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ کی رسائی آپ کے محبوب رسائل تک نہیں ہو رہی تو ایک بہت آسان اور سہولت والا طریقہ یہ ہے کہ کراچی دفتر رابطہ کر کے اپنے گھر کے پتے پر دونوں یا کوئی بھی ایک رسالہ سال بھر کے لیے لگوا لیجیے۔

یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور نسبتاً سستا بھی۔ بازار ہاکر کے پاس جا کر رسالہ خرید لانے میں پھر بھی کچھ وقت اور کرایہ وغیرہ لگتا ہے، جبکہ سالانہ ممبر شپ لینے سے آپ کے رسائل کراچی دفتر سے براہِ راست آپ کے پڑھنے کی میز پر اسی دن بلکہ ایک آدھ دن پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی قسم کا اضافی خرچ کیے بغیر۔ جی ہاں! دونوں رسائل کی ہوم ڈیلیوری بالکل مفت رکھی جا رہی ہے۔ آپ کی طرف سے ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔ آپ صرف شمارے کی قیمت جو چالیس روپے ہے اور سرورق پر لکھی ہوئی ہے، وہ ادا کیجیے اور پورے سال کے باون ہفتے اپنے گھر کی چوکھٹ پر اپنے لاڈلے رسائل کو حاصل کیجیے۔

چالیس روپے فی شمارے کے حساب سے سال کے باون ہفتوں کے کل اکیس سو روپے ہوتے ہیں، آپ سو روپے مزید کم کرتے ہوئے صرف مبلغ دو ہزار روپے فی شمارہ (یا دونوں رسائل کے چار ہزار روپے) ادا کیجیے اور پورے سال گھر بیٹھے رسائل حاصل کیجیے۔

طریقہ کار بہت آسان ہے:

رابطہ نمبر (03213557807) پر ایزی پیسہ کا اکاؤنٹ موجود ہے۔ اسی طرح آپ یہ رقم ہمارے بینک اکاؤنٹ میں بھی جمع کرا سکتے ہیں (بینک اکاؤنٹ کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے)۔ دونوں میگزین کے چار ہزار روپے یا کسی بھی ایک میگزین کے دو ہزار روپے اپنی سہولت کے مطابق ایزی پیسہ کروائیے یا بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیجیے، بعد ازاں پیسے بھیجنے کی کمپنی رسید اور اپنا مکمل پتا اسی نمبر پر واٹس ایپ کر کے حکم کیجیے کہ آپ کے نام رسائل جاری کر دیے جائیں۔ فون پر رابطہ کرنا چاہیں تو اسی نمبر پر علاوہ اتوار، دفتری اوقات صبح نو سے شام چار بجے تک کال بھی کر سکتے ہیں۔

اس ترتیب کے علاوہ اگر آپ ہر ہفتے ہی رسائل خریدنا چاہتے ہیں تو اپنے اپنے شہر کے ہاکر کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو اخبار مارکیٹ کی ایجنسی سے شمارہ حسب سابق لا کر دے۔ اگر ہاکر منع کر دے تو شہروں کے ایجنسیوں کے نمبر بھی ذیل میں دیے جا رہے ہیں، فون کر کے ان سے منگوا لیجیے۔

لاہور:	شفیق صاحب	(03324776628)
اسلام آباد:	عدنان صاحب	(03005151136)
ملتان:	ملک ایوب صاحب	(03007353405)
کراچی:	اسلم صاحب	(03002125353)

دعا ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ تادیر رہے اور بخیر وعافیت رہے، آمین!

مدیر
روزنامہ اسلام

Account Title: Daily Islam
Bank Account No: 0758-1006122719
Bank Alfalah Nazimabad No 6 Karachi.